میر کی غزل گوئی کی نمایاں خصوصیات

میر تقی میر غزلوں کے شاعر تھے۔ان کے یہاں عشقیہ جذبات کی فراوانی ہے۔وہ عشق کو اول وآخر تصور کرتے تھے،وہ عشق سے اپنے دروں کو آراستہ کرنا چاہتے تھے اور عشق کرنے کی تلقین بھی کرتے تھے۔ان کی شاعری میں رنج والم کا خوب صورت بیان ملتا ہے۔انھوں نے غم جاناں اور غم دوراں دونوں کا تخلیقی اظہار کیا ہے۔اسی لیے میر تقی میر کو حزن ویاس کا شاعر کہا گیا ہے۔

وہ اپنے عہد کے بڑے غزل گو شاعر تھے،ان کی غزلوں میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں، جو اردو غزل کی شناخت شمار کی جاتی ہے۔ناقدین نے انھیں اردو غزل کا باوا آدم کہا ہے۔ان کی غزلوں کے موضوعات کی بھی تعیین نہیں ہے،نجی رنج والم اور ذاتی احوال کے ساتھ سارے آشوب عصر کو بھی انھوں نے اپنی غزلوں میں آشکار کیا ہے۔ پند وموعظت ، اخلاق وفلسفہ،تصوف وسلوک،حق ومعرفت اور دنیا وعقبی کے موضوعات کی ان کے یہاں فراوانی ملتی ہے۔

وہ عشق میں فنا کی حد تک پہنچنا چاہتے تھے اور اسی کو عشق کا اعلی مقام تصور کرتے تھے۔عشق نے انھیں کس حال میں پہنچا دیا تھا،اور عاشق کا کیا حال ہو جاتا تھا،وہ خود کہتے ہیں

آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشاں
مشت غبار لے کے صبا نے اڑا دیا
اجزا بدن کے جتنے تھے، پانی ہو بہہ گئے
آخر گداز عشق نے ہم کو بہادیا
ہم نے تو سادگی سے کیا جی کا بھی زیاں
دل جو دیا تھا، سو تو دیا، سر جدا دیا

میر کی شاعری ان کے خوابوں کی شکست وریخت اور ان کی نجی زندگی کی پریشانیوں اور ان کی دردناک ناکامی کی شاعری ہے،مگر انھوں نے اپنے غم کو بھی غم زمانہ بنا کر پیش کیا ہے۔ان کی شاعری میں دلی کی سوگواری اور دلی کی زبوں حالی کا بھی ادراک ہوتا ہے۔شاعر نے جو کچھ کہا ہے،اس میں اس وقت کی پوری دلی بولتی ہے اور اس وقت پے در پے حملوں کے سبب جس قسم کی مایوسی ، بدحالی اور بربادی نے شہر دلی کو آ گھیرا تھا،ان تمام کا بیان میر کی شاعری میں ملتا ہے۔اسی لیے ان کے اشعار کو بعض ناقدین توسع سے کام لیتے ہوئے شہر دلی اور باشندگان دلی کا مرثیہ بھی کہا ہے۔غم و اندوہ سے پر یہی لہجہ میر کا خاص لہجہ ہے جس سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔میر نے جو الفاظ ، استعارات،تشبیہات اور جو روزمرہ استعمال کیا ہے، وہ سب خون دل میں ڈوبے ہوئے ہیں اور غم واندوہ اور یاس وحسرت کی تصویر پیش کرتے ہیں۔چشم تر، آنسو،خون اور دامن وغیرہ جو الفاظ ان کے یہاں مستعمل ہیں وہ سبھی حزنیہ فضا قائم کرتے ہیں۔دیکھیے چند اشعار

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا
روشن ہے اس طرح دل ویراں میں ایک داغ
اجڑے نگر میں جیسے جلے ہے چراغ ایک
آنکھوں سے جو پوچھا حال دل کا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اک بوند ٹپک پڑی لہو کی
شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

میر کے اسی قسم کے حزنیہ اشعار کو دیکھ کر بہت سے ناقدین نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ میر حزن والم کا شاعر ہے،ان کے یہاں نشاطیہ عنصر کی کمی ہے،مگر یہ پورا سچ نہیں ہے۔ان کی شاعری میں زندگی کے دوسرے رنگ بھی ہیں۔انھوں نے اپنی غزل میں جہان رنگ و بو کا نظارہ بھی پیش کیا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی مشہور کتاب ''شعر شعور انگیز'' میں اس پہلو سے اچھی بحث کی ہے اور ان نکات و جہات کی نشان دہی کی ہے،جس سے ناقدین کے اس مفروضہ کی تکذیب ہوتی ہے۔یہ سچ ہے کہ ان کے اکثر اشعار کا رنگ یہی حزنیہ اور الیہ ہے،مگر اس میں ایک قسم کی چنگاری ہے جو ہمیں سلگنے اور شعلہ بننے پر مجبور کرتی ہے۔میر روتے اور چیختے نہیں، بلکہ بڑے وقار و تمکنت کے ساتھ آشوب زمانہ کو غزل کے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔

ان کی شاعری میں پند و موعظت کا بھی بڑا سرمایہ موجود ہے، بڑے بڑے لوگ مٹی میں مل گئے،ان کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا،میر کہتے ہیں

ملا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں
نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا

میر تقی میر کی اردو غزل کو یہ دین ہے کہ انھوں ے غزل کو ہماری حقیقی زندگی سے قریب کیا،اس کو آشوب عصر کا ترجمان بنایا اور اس میں صداقت اور خلوص کا لمس عطا کیا۔اس کو ہماری معاشرتی زندگی کے نشیب و فراز سے قریب کیا۔انھوں نے غزل کو ایک نئے لے اور ایک نیا لہجہ عطا کیا جو ما قبل سے مختلف تھا۔انھوں نے پوری زندگی اور اس کے نشیب و فراز کو غزل کے مختصر پیانے میں سمونے کا ہنر سکھایا۔

میر تقی میر کی زبان سب سے منفرد تھی۔وہ بہت ہی سادہ اور سہل زبان منتخب کرتے تھے اور غزلوں میں فارسی زدہ نہیں، بلکہ روزمرہ کی زبان استعمال کرتے تھے۔ان کی زبان پر شگفتگی اور شائستگی کا گہرا اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔انھوں نے اردو کے محاوروں اور روزمرہ کا نہایت خوبی سے غزلوں میں استعمال کیا ہے۔اور ایسے الفاظ اور تشبیہات کو برتا ہے جو غزل کے مزاج سے مناسبت رکھتے ہیں۔

وہ غزل کے اتنے بڑے شاعر تھے کہ ان کے عہد اور بعد کے تمام شعرا نے انھیں خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی غزل گوئی کو سراہا۔میر کی عظمت کا اعتراف مرزا غالب نے اس طرح کیا کہ

ریختے کے تمھیں استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

ایک جگہ یہاں تک کہہ دیا کہ

اپنا تو عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

استاد ذوق دہلوی نے بھی میر کو یوں سراہا ہے:

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

DR ABRAR AHMAD

URDU DEPARTMENT

BM COLLEGE, RAHIKA, MADHUBANI

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.